المدخل فی اصول الحدیث للحاکم النیسابوری

(۲)

مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رفیق ندوۃ المصنفین

البتہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جرح و تعدیل میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے اور ایسا ہونا ضروری نا کسی شخص کے ان تمام اوصاف وحالات پر اطلاع پانا جن کا اثر روایت کی صحت وضعف پر پڑ سکتا ہے۔ مدتوں کی ملاقات اور تجربہ پر موقوف ہے اور یہ ہر شخص کے لیے ممکن نہ تھا۔ حاکم نے جن لوگوں کے نام مثال کے طور پر بیان کیے ہیں ان میں سے حسن بن عمارہ کو لے لیجیے۔ صدر الائمہ موفق بن احمد ں ان کے متعلق قمطراز ہیں :-

ابوسعد صغانی کا بیان ہے کہ میں نے امام	قال ابوسعد الصغانی سمعت
ابوحنیفہ اور امام زفر دونوں کو یہ کہتے ہوئے	اباحنیفۃ وزفر یقولان جربنا
سُنا کہ ہم نے حسن بن عمارہ کو حدیث میں پرکھا	الحسن بن عمارۃ فی الحدیث
تو وہ پرکھنے میں ایسے نکلے جیسے سُرخ سونا	فوجدناہ یخرج من الحدیث کما
بھٹی میں سے نکلتا ہے۔	یخرج الذھب الاحمر من النار
امام ابوحنیفہ نے یہ بھی فرمایا ہے۔ ہمارا حسن	قال ابوحنیفۃ خالطنا الحسن
بن عمارہ سے میل جول رہا ہے ہم نے تو ان	بن عمارۃ فلم نر الاخیرا وقال
میں بجز بھلائی کے اور کوئی بات نہیں دیکھی	ابوسعد الصغانی ھذا عامۃ

ما سمعنا عن الحسن بن عمارة سمعناه في مجلس ابي حنيفة ومسجده وكان يجالس ابا حنيفة كثيرا وكان يمر في خلال الكلام حديث يذكره الحسن بن عمارة فكان يقول ابا حنيفة: امل عليهم فيملي علينا۔[1]

ابو سعد صغانی نے یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے حسن بن عمارہ سے جو حدیثیں سنی ہیں وہ امام ابو حنیفہ کی مجلس درس اور انہی کی مسجد میں سنی ہیں وہ امام صاحب کے پاس بہت زیادہ نشست و برخاست رکھتے تھے سلسلۂ کلام میں حسن بن عمارہ کسی حدیث کو ذکر کرتے تو امام صاحب فرماتے یہ حدیث ان کو املا کرادو وہ ہم کو املا کرا دیتے

بلا شبہ ان کی نسبت کتب رجال میں جرحیں مذکور ہیں لیکن وہ سب ایسے لوگوں سے مروی ہیں جو یا تو ان کی وفات کے بعد پیدا ہوئے یا جن کو ان کے جانچنے اور پرکھنے کا موقع نہ مل سکا امام ابو حنیفہ اور امام زفر نے ان کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ مدت کے تجربہ اور ملاقات اور بار بار کے امتحان و آزمائش کے بعد قائم کی ہے۔ حافظ ابو محمد حسن بن خلاد رامہرمزی نے المحدث الفاضل[2] میں جو اصول حدیث پر سب سے پہلی تصنیف ہے ان جرحوں کا مفصل جواب دیا ہے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ اور امام زفر کے اس بیان کے بعد بھی حسن بن عمارہ کی حدیث قابلِ استناد نہیں۔

کبھی ضعفاء سے اس بنا پر بھی روایت کی جاتی ہے کہ شواہد و متابعات کی بنا پر وہ ضعف جاتا رہتا ہے اور حدیث صحیح ہوتی ہے۔ اور چونکہ متابعات[3] و شواہد معروف و مشہور ہوتے ہیں اس لیے

---

[1] مناقب موفق ج ۲ ص ۳۷ [2] اس کتاب کا قلمی نسخہ میری نظر سے گزرا ہے۔

[3] متابعات جمع ہے متابعت کی۔ متابعت اس سند روایت میں دوسرے کے شریک کو کہتے ہیں مثلاً ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلہ سے مروی ہے۔ عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس اگر ایوب کے علاوہ ابن سیرین سے یا ابن سیرین کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی دوسرا راوی اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت کہا جائیگا پھر اگر ابن سیرین سے ایوب کے علاوہ کوئی دوسرا راوی ہوگا تو اُسے ایوب کا متابع کہا جائیگا اور اگر حضرت ابو ہریرہ (بقیہ برصفحہ ۱۸۳)

بوجہ اختصار ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کی اسناد مصنف کے پاس ثقات کی روایت سے نازل ہوتی ہے اور ایک دوسری سند سے جس میں کوئی ضعیف راوی ہوتا ہے عالی[1] ۔ اس لیے وہ اسناد عالی کے ذکر پر اکتفا کرتا ہے اور طوالت کے خیال سے سند نازل بیان نہیں کرتا ۔ کیونکہ اہل فن اس سے باخبر ہوتے ہیں[2] ۔

غرض یہ ہیں وہ اسباب جن کی بنا پر کبھی کبھی ضعفا سے احادیث کی روایت کی جاتی ہے ۔ ہمارے بعض معاصرین جو منصب رسالت سے نا آشنا اور جن کو علم حدیث کی بصیرت نہیں وہ غلطی سے ان وجوہ کو تو نہیں سمجھتے اور شبہ میں پڑ کر سرے سے حدیث شریف کے حجت شرعی ہونے ہی سے انکار کر بیٹھتے ہیں ۔ ھداھم اللہ الی سواء السبیل ۔

حاکم نے حدیث صحیح کی دس قسمیں قرار دی ہیں ۔ پانچ متفق علیہ اور پانچ مختلف فیہ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :۔

فالقسم الاول من المتفق علیھا	صحیح متفق علیہ کی پہلی قسم وہ ہے جس کو بخاری
اختیار البخاری ومسلم وھو درجۃ	ومسلم نے اختیار کیا ہے اور وہی اوّل درجہ کی
الاولیٰ من الصحیح ومثالہ الحدیث	صحیح ہے یعنی وہ حدیث جس کو ایسا صحابی جو
الذی یرویہ الصحابی المشھور بالروایۃ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت میں

(بقیہ صفحہ ۱۸۲) سے ابن سیرین کے علاوہ دوسرا راوی موجود ہے تو اسے ابن سیرین کا متابع کہا جائیگا اور اگر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی اور صحابی بھی اس روایت کو بیان کرتے ہیں تو ان کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا متابع کہا جائیگا ۔

شواہد جمع ہے شاہد کی ۔ ایک حدیث کے ہم معنی دوسری حدیث جو مروی ہو اُس کو حدیث اول کا شاہد کہتے ہیں ۔

[1] حدیث کے جتنے وسائط کم ہونگے اُسی قدر عالی ہوگی اور جتنے زیادہ ہونگے اسی قدر نازل ۔

[2] مقدمہ شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۵ طبع مصر والروض الباسم للوزیر الیمانی ج ۱ ص ۸۳ طبع مصر ۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	مشہور ہو بیان کرے اور اس صحابی سے اس
ولہ راویان ثقتان ثم یرویہ التابعی	حدیث کے دو ثقہ راوی ہوں پھر اس حدیث
المشہور عن الصحابہ ولہ راویان	کو وہ تابعی بیان کرے جو صحابہ سے روایت
ثقتان ثم یرویہ من اتباع التابعین	کرنے میں مشہور ہو اور اس کے بھی دو ثقہ راوی
الحافظ المتقن المشہور ولہ رواۃ	ہوں پھر تبع تابعین میں سے حافظ متقن مشہور
من الطبقۃ الرابعۃ ثم یکون شیخ	اسے روایت کرے اور چوتھے طبقہ میں اس
البخاری او مسلم حافظا متقنا	حدیث کے دو سے زیادہ راوی ہوں پھر
مشہورا بالعدالۃ فی روایتہ فہذہ	بخاری یا مسلم کا شیخ حافظ و متقن ہو اور عدالت
الدرجۃ الاولی من الصحیح من	فی الروایت میں شہرت رکھتا ہو۔ پس یہ صحیح کا اول
اس	درجہ ہے۔

اس لحاظ سے ان کے نزدیک حدیث صحیح کی پہلی قسم میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے

(۱) صحابی اور تابعی سے اس حدیث کے دو ثقہ راوی ہوں۔ اور طبقہ رابعہ میں اس کے دو سے زائد رواۃ ہوں غرض ہر طبقہ میں کم از کم دو راوی ہونے ضروری ہیں۔

(۲) امام بخاری و مسلم کے شیخ سے لے کر صحابی تک ہر ایک راوی ثقہ اور روایت حدیث میں مشہور ہو۔

(۳) شیوخ شیخین اور اتباع تابعین میں سے جو بھی اس حدیث کو روایت کرے وہ علاوہ ثقہ اور مشہور ہونے کے حافظ و متقن بھی ہو۔

جو حدیث ان سب صفات پر مشتمل ہو وہ ان کے خیال میں اول درجہ کی شرائط صحیح کی حامل ہے جس کے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے اسی قسم کو اختیار کیا ہے اور

اسی قسم کی تخریج ان کے نزدیک مشروط ہے۔

جس حدیث کے ہر طبقہ میں کم سے کم دو راوی ہوں اسے اصولِ حدیث میں عزیز کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چونکہ عزیز حدیثیں عزیزالوجود یعنی بہت کم پائی جاتی ہیں۔ اس لیے بعض علماء نے حاکم کے کلام کی ایک دوسری توجیہ کی ہے۔ جو نکتہ بعد الوقوع سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی چنانچہ قاضی عیاض حافظ ابوعلی غسانی سے ناقل ہیں۔

لیس المراد ان یکون کل خبر	حاکم کے کلام کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شیخین
رویاہ یجتمع فیہ راویان عن	نے جس حدیث کو روایت کیا ہے اس حدیث
صحابیہ ثم عن تابعیہ فمن بعدہ	کو اس صحابی سے دو شخص روایت کریں اور
فان ذلک یعز وجودہ وانما المراد	پھر تابعی سے دو اور اسی طرح بعد میں کیونکہ اس
ان ھذا الصحابی وھذا التابعی قد	کا وجود نادر ہے بلکہ مُراد یہ ہے کہ اس صحابی
روی عنہ رجلان خرج بھما عن	اور اس تابعی سے دو شخص (کچھ بھی) روایت کریں
حد الجھالۃ[1]	تاکہ وہ مجہول کی تعریف سے نکل جائے۔

لیکن حاکم کے کلام کا یہ مطلب بیان کرنا خود حاکم کی تصریحات کے خلاف اور توجیہ القول بما لایرضیٰ بہ قائلہ کا مصداق ہے۔ ان کی تصریحات تو حدیث صحیح کی دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں قسم کی بحث کے ذیل میں آپ کی نظر سے گزرینگی۔ قطع نظر ان تصریحات کے خود عبارت اس توجیہ کا ساتھ نہیں دیتی کیونکہ تعریف جو کی جارہی ہے وہ حدیث کی کی جارہی ہے اس لیے لہ راویان ثقتان میں لہ کا مرجع حدیث ہی کو قرار دینا چاہیے نہ کہ صحابی کو اسی لیے علامہ ابو عبداللہ بن المواق رقمطراز ہیں۔

ما حمل الغسانی علیہ کلام الحاکم غسانی اور ان کی اتباع میں قاضی عیاض وغیرہ

---

[1] تدریب الراوی ص ۲۹ و توجیہ النظر ص ۱۰۔

وتبعه علیه عیاض وغیره لیس بالبین[۱]۔	نے حاکم کے کلام کو جس پر محمول کیا ہے وہ ظاہر نہیں۔

شرط شیخین | حقیقت یہ ہے کہ شرط شیخین کے تعین کا مسئلہ بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ ہے۔ اور اصول حدیث کی کتابوں میں اس پر بڑی بڑی بحثیں قائم ہوگئی ہیں۔ بلاشبہ ایک جماعت کو اس پر اصرار ہے کہ امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں حدیث صحیح کی ان عام شروط کے علاوہ جو عموماً علماء کے نزدیک مسلم ہیں مزید احتیاط کے لیے کچھ خاص شرائط کا اضافہ کیا ہے لیکن وہ شرائط کیا ہیں اور آیا وہ دونوں کی متحدہ ہیں یا امام بخاری کی علیحدہ۔ اور امام مسلم کی علیحدہ۔ اس میں بڑا اختلاف رائے ہے۔

حاکم کا بیان آپ کے سامنے ہے جس کا پہلا جزء یہ ہے کہ اس حدیث کے صحابی کے علاوہ ہر طبقہ میں کم از کم دو راوی ہونا ضروری ہیں۔ محدث ابو حفص میانجی نے اس سے بھی بڑھ کر دعویٰ کیا ہے چنانچہ کتاب "ما لا یسع المحدث جهله" میں رقمطراز ہیں:-

شرط الشیخین فی صحیحهما ان لا یدخلا فیه الا ما صح عندهما وذلك ما رواه عن النبی صلی الله علیه وسلم اثنان فصاعدا وما نقله عن كل واحد من الصحابة اربعة من التابعين فاكثر وان يكون عن كل واحد من التابعين اكثر من اربعة[۲]	صحیحین میں شیخین کی شرط یہ ہے کہ صرف وہ حدیث ان میں درج کریں جو ان کے نزدیک صحیح ہو یعنی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا دو سے زیادہ صحابی روایت کریں اور ہر صحابی سے چار یا چار سے زیادہ تابعین اور ہر تابعی سے چار سے زیادہ تبع تابعین راوی ہوں۔

---

۱ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی للسیوطی ص ۲۹ طبع مصر ۱۳۰۷ھ و توجیہ النظر للجزائری ص ۱، طبع مصر۔

۲ تدریب الراوی ص ۱، و توجیہ النظر ص ۲،۔

حاکم نے تو ہر طبقہ میں بجز صحابی کے کم از کم دو راوی ہونا بیان کیا تھا لیکن ابوحفص میانجی نے ان سے بھی دو زائد ہی بتلائے ۔ حاکم کی رائے میں صرف ایک صحابی مشہور کی روایت کافی ہے مگر ان کے نزدیک صحابی بھی دو ہونے چاہئیں ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی ۔ محدث ابوحفص کے اس بیان کے متعلق فرماتے ہیں :۔

وھو کلام من لم یمارس الصحیحین	یہ اس شخص کی بات ہے جس کو صحیحین کی معمولی
ادنی ممارسۃ فلو قال قائل لیس	مزاولت بھی نہ ہو۔ اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ
فی الکتابین حدیث واحد بھذہ	صحیحین میں اس صفت کی ایک حدیث بھی
الصفۃ لما ابعد[1]	نہیں پائی جاتی تو یہ بات بعید نہیں ۔

ابوحفص تو اپنے دعوے میں تنہا ہیں لیکن حاکم کی رائے سے بہت سے علماء نے اتفاق کیا ہے جن میں امام بیہقی ۔ حافظ ابوبکر بن العربی اور حافظ ابوالسعادات ابن الاثیر جزری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ چنانچہ علامہ محمد بن عبدالرحمن سخاوی فتح المغیث میں رقمطراز ہیں :۔

وَافقہ علیہا صاحبہ البیھقی (ص۱۱)	حاکم کے دعوی کی ان کے شاگرد بیہقی نے موافقت کی ہے

اور علامہ امیر یمانی حاکم کے بیان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔

ورجحہ ابن الاثیر وذھب الیہ ابن	اسی کو ابن اثیر نے ترجیح دی ہے اور اسی طرف ابن
العربی المالکی[2]	العربی مالکی گئے ہیں ۔

شرط شیخین کے بارے میں حاکم بیہقی وغیرہ کے بیان کی تحقیق

لیکن ان بزرگوں نے شرط شیخین کے بارے میں جو دعویٰ کیا ہے وہ سراسر بے بنیاد ہے ۔ نہ امام بخاری و مسلم سے یہ شرطیں منقول ہیں اور نہ صحیحین ان شروط پر پوری اُترتی ہیں ، اور جب حاکم کا بیان ہی درجہ صحت پر نہیں پہنچ سکتا تو ابوحفص کے

---

[1] تدریب الراوی ص ۱۷　　[2] توضیح الافکار قلمی ص ۶۶

دعوے کا تو ذکر ہی کیا کہ ع قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا۔

حافظ ابو علی غسانی اور قاضی عیاض کے سابقہ بیان میں اس دعوے کی تردید اشارۃً آپ کی نظر سے گذر چکی ہے۔ بعد کے مصنفین نے نہایت صراحت کے ساتھ اس خیال کی مخالفت کی ہے چنانچہ حافظ محمد بن طاہر حاکم کا بیان نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

الجواب ان البخاری و مسلما لم یشترطا	جواب یہ ہے کہ بخاری و مسلم نے یقیناً نہ تو یہ شرط
هذا الشرط ولا نقل عن واحد منهما	کی اور نہ ان میں سے کسی سے منقول ہے کہ
انه قال ذلك والحاکم قدر التقدیر	اس نے ایسا کہا ہو۔ حاکم نے ایک اندازہ لگایا
وشرط لهما هذا الشرط علی ما ظن و	اور اپنے خیال کے مطابق شیخین کی یہ شرط قرار
لعمری انه شرط حسن لو کان موجودا	دیدی۔ بجان من یہ شرط تو اچھی ہی کاش ان کی کتاب
فی کتابیهما الا انا وجدنا هذه القاعدة	میں موجود بھی ہوتی مگر ہم نے تو اس اصول کو جس
التی اسسها الحاکم منتقضة فی	کی حاکم نے بنیا رکھی ہے دونوں کتابوں میں
الکتابین جمیعًا۔[1]	ٹوٹا ہوا پایا۔

پھر سات مثالیں حاکم کے دعوے کے خلاف پیش کر کے جو صحیحین میں موجود ہیں اور جن میں صحابی سے اس حدیث کا صرف ایک راوی ہے۔ لکھتے ہیں:۔

اقتصرنا منها علی هذا القدر لیعلم ان	ہم نے صرف اتنے ہی پر اکتفا کی تاکہ یہ معلوم ہو جائے
هذه القاعدة التی اسسها منتقضة	کہ حاکم نے جس قاعدہ کی بنیاد رکھی ہے وہ لغو اور
لا اصل لها ولو اشتغلنا بنقض	بے اصل ہے اور اگر ہم اس کی صرف اس ہی
هذا الفصل الواحد فی التابعین	قسم کے توڑنے میں مشغول ہوں تابعین اور

---

[1] شروط الائمۃ الستۃ طبع اعظمیہ حیدرآباد دکن ص ،

اتباعهم ومن روی عنهم الی عصر الشیخین لاربی علی کتابه المدخل اجمع الا ان الاشتغال بنقض کلام الحاکم لا یجدی فائدة وله فی سائر کتبه مثل هذا کثیر عفی الله عنه

تبع تابعین کے بارے میں اور جنہوں نے تبع تابعین سے روایت کی ہے شیخین کے زمانہ تک تو پوری مدخل سے زیادہ بڑی تصنیف ہو مگر حاکم کے کلام کی تردید کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ حاکم کی تصنیفات میں اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں اللہ اس کو معاف کرے۔

اور حافظ ابوبکر حازمی شروط الائمۃ الخمسہ میں رقمطراز ہیں:-

ان هذا قول من یستطرف اطراف الآثار ولم یلج تیار الاخبار ولم یجل مخارج الحدیث ولم یعثر علی مذاهب اهل الحدیث ومن عرف مذاهب الفقهاء فی انقسام الاخبار الی المتواتر والآحاد واتقن اصطلاح العلماء فی کیفیة تحریر الاسناد لم یذهب هذا المذهب وسهل علیه المطلب ولعمری هذا قول قد قیل ودعوی قد تقدمت حتی ذکره بعض ائمة الحدیث فی مدخل الکتابین (ص۳)

یہ وہ کہہ سکتا ہے جو اطراف آثار کو اعجوبہ سمجھتا ہو اور احادیث کی امنڈتی ہوئی موجوں میں نہ گھسا ہو مخارج حدیث سے ناواقف اور محدثین کے مذاہب سے نابلد ہو جس کو متواتر و آحاد کی تقسیم کے متعلق فقہا کے مسلک معلوم ہیں اور جو تحریر اسناد کے متعلق علماء کی اصطلاح سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اس کی یہ رائے نہیں ہو سکتی اور اس کے لیے معاملہ سہل رہیگا۔ بجان من یہ بات کہی جا چکی اور سابق میں ایسا دعویٰ ہو چکا یہاں تک کہ ایک امام حدیث نے مدخل الکتابین میں اس کو ذکر بھی کر ڈالا۔

حازمی نے صرف اس پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ اُنہوں نے اس کتاب میں ایک مستقل باب اس خیال کی تردید میں قائم کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

"باب فی ابطال قول من زعم ان من شرط البخاری اخراج الحدیث عن عدلین وھلم جرًّا الی ان یتصل الخبر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم"

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

ان ھذا حکم من لم یمعن الغوص	یہ اُس شخص کا حکم لگایا ہوا ہے جو صحیح بخاری کی
فی خبایا الصحیح ولو استقرأ	پوشیدگیوں میں گہری نظر سے غوطہ زن نہیں ہوا
الکتاب حق استقرائہ لوجد جملۃ	اور اگر وہ جزئیات کتاب کا جس طرح پتہ لگانے
من الکتاب ناقضۃ علیہ دعواہ (ص)	کا حق ہے پتہ لگاتا تو کتاب کے بڑے حصّہ کو
	اپنے دعوے کے خلاف پاتا۔

ابن العربی اور شرط شیخین حافظ ابوبکر بن العربی نے تو اس سلسلہ میں شیخین کے متعلق ایک عام دعویٰ کیا ہے یعنی نہ صرف یہ کہ شیخین نے اس شرط کو صحیحین میں ملحوظ رکھا ہے بلکہ اُن کے خیال میں امام بخاری و مسلم کے نزدیک کوئی حدیث اس وقت تک ثابت ہی نہیں ہوتی جب تک کہ اُس کو دو شخص روایت نہ کریں اور لطف یہ کہ اپنے اس مزعومہ خیال کو شیخین کا مذہب قرار دے کر پھر خود ہی اس کو مذہب باطل فرماتے ہیں۔ چنانچہ شرح موطا میں رقمطراز ہیں۔

کان مذھب الشیخین ان الحدیث	امام بخاری و مسلم کا مذہب ہے کہ کوئی حدیث
لا یثبت حتی یرویہ اثنان وھو	اُس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک
مذھب باطل بل روایۃ الواحد	کہ دو شخص اس کو بیان نہ کریں لیکن یہ مذہب

ؔ دیکھو شروط الائمۃ الخمسۃ طبع اعظمیہ حیدرآباد دکن - ص ۷ -

عن الواحد صحیحۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم [1]	باطل ہے بلکہ ایک شخص کی روایت دوسرے ایک شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک صحیح ہے

کیا خوب خود ہی مدعی خود ہی شاہد اور خود ہی قاضی، بھلا فرمائیے کہ امام بخاری یا امام مسلم نے کب کہاں کس کتاب میں یا کس شخص کے سامنے اپنا یہ مذہب بتایا ہے جو اس کی تردید کی ضرورت پیش آئی اور اُسے مذہب باطل قرار دیا گیا۔ ع اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست۔

محدث ابن رشید نے قاضی ابن العربی کے اس بیان پر بڑی حیرت کا اظہار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:-

والعجب منہ کیف یدعی علیہما ذلک ثم یزعم انہ مذہب باطل فلیت شعری من اعلمہ بانہما اشترطا ذلک ان کان منقولا فلیبین طریقہ لننظر فیہا وان کان عرفہ بالاستقراء فقد وہم فی ذلک [2]	ابن العربی پر تعجب ہے کہ اُنہوں نے کیوں شیخین کے متعلق ایسا دعویٰ کیا اور پھر اُسے مذہب باطل سمجھا۔ کاش مجھے پتہ چلتا کہ کس نے اُن کو یہ بتایا کہ شیخین اس کو مشروط قرار دیتے ہیں اگر یہ شیخین سے منقول ہے تو اس کی سند بیان کی جائے تاکہ ہم اُس پر غور کر سکیں اور اگر تتبع (صحیحین) سے یہ چیز اُنہوں نے معلوم کی ہے تو یقیناً ان کو اس بارہ میں وہم ہوا۔

اس خیال کی تردید کہ صحیحین میں عزیز حدیثیں موجود نہیں

لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عزیز حدیثوں کا وجود ہی نہیں یعنی سرے سے کوئی ایسی روایت پائی ہی نہیں جاتی کہ جس کے ہر طبقہ میں دو راوی ہوں یا صحیحین ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔

---

[1] تدریب الراوی ص ۱۷ [2] ایضاً

میں اس قسم کی کوئی روایت موجود نہیں۔ بلکہ بحث صرف یہ ہے کہ کیا امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں تخریج حدیث کے لیے یہ شرط لازمی قرار دی ہے یعنی کیا صحیحین کی ہر حدیث ایسی ہے کہ اس کے ہر طبقہ میں دو دو راوی ہیں تو اس کا جواب نفی میں ہے کہ امام بخاری و مسلم نے کسی ایسی شرط کی پابندی اپنے اوپر لازمی نہیں قرار دی۔ اگرچہ صحیحین میں ایسی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں یہ صفت موجود ہے۔ تاہم ان میں ایسی بھی روایات موجود ہیں جو اس شرط پر پوری نہیں اترتیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسی صورت میں اس کو شرط قرار دیا جائے تو یہ ماننا پڑیگا کہ امام بخاری و مسلم نے اس شرط کا ایفا نہیں کیا۔ حالانکہ ان بزرگوں نے کبھی بھی اس قسم کا کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ اس الزام کی ضرورت داعی ہو۔

حافظ ابو عبداللہ بن المواق رقم فرما ہیں۔

لا اعلم احدًا روی عنہما انہما صرحا	میں نہیں جانتا کہ کسی ایک شخص نے بھی شیخین سے
بذلك ولا وجود لہ فی کتابیہما و	یہ روایت کی ہو کہ انہوں نے اس کی تصریح
لا خارجًا عنہما فان کان	کی ہے نہ اس کا صحیحین میں پتہ ہے نہ صحیحین کے علاوہ
قائل ذلك عرفہ من مذہبہما	اور کہیں۔ اگر اس کے قائل نے صحیحین میں شیخین
بالتصفح لتصرفہما فی کتابیہما	کے طرز عمل کو دیکھ کر ان کا یہ مذہب سمجھا ہے تو
فلم یصب لان الامرین معانی	اس نے غلطی کی کیونکہ صحیحین میں تو دونوں
کتابیہما وان کان اخذہ من کون	قسم کی حدیثیں موجود ہیں اور اگر اس نے صحیحین
ذلك اکثریا فی کتابیہما فلا	میں اس قسم کی حدیثوں کو اکثر دیکھ کر یہ خیال کیا
دلیل فیہ علی کونہما اشترطاہ	ہو تو یہ شیخین کے نزدیک اس کے مشروط ہونے
ولعل وجود ذلك اکثریا انما ھو	کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اور غالبًا اس کا وجود

لان من روی عنه واحد اکثر ممن	اکثری اس لیے ہے کہ عام طور رواۃ میں ایسے اشخاص
لم یرو عنه الا واحد فی الرواۃ	زیادہ ہیں جن سے ایک سے زیادہ اشخاص نے
مطلقا لا بالنسبة الی من خرج له	روایت کی ہو صحیحین کے رواۃ کی اس بارے میں
منهم فی الصحیحین ولیس من	کچھ خصوصیت نہیں اور یہ انصاف سے بالکل بعید ہے
الانصاف التزامهما هذا الشرط	کہ ان سے ثابت ہوئے بغیر اس شرط کو ان پر لازم
من غیر ان یثبت عنهما ذلك مع	کردیا جائے۔ حالانکہ انہوں نے صحیحین کو اس شرط
وجود اخلال لهما به لانهما اذ	سے خالی رکھا ہے۔ کیونکہ جب ان کے متعلق
صح عنهما اشتراط ذلك کان فی	اس کا اشتراط ثابت ہوگا تو اس کے چھوڑ دینے
اخلال لهما به درك علیهما[1] ۔	سے ان پر اعتراض عائد ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ابن المواق کے اس بیان کے متعلق فرماتے ہیں کہ ھذا کلام مقبول بحث قوی[2]۔

دوسرے امر کی بحث | دوسری چیز جو حاکم کے کلام میں پائی جاتی ہے یہ ہے کہ "امام بخاری و مسلم کے شیخ سے لے کر صحابی تک ہر ایک راوی ثقہ اور روایت حدیث میں مشہور ہو"۔ علامہ ابن الجوزی بھی اس بارے میں حاکم کے ہم زبان ہیں۔ محدث سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں۔

وقال ابن الجوزی اشترط البخاری و	ابن جوزی کا بیان ہے کہ امام بخاری و مسلم نے
مسلم الثقة والاشتهار (ص ۱۷)	ثقاہت اور شہرت کو مشروط قرار دیا ہے۔

حافظ ابن طاہر نے اس سے بھی بڑھ کر دعویٰ کیا ہے فرماتے ہیں:۔

ان شرط البخاری و مسلم ان یخرجا	امام بخاری و مسلم کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث

---

[1] تدریب الراوی ص ۳۹ [2] ایضاً

الحدیث المتفق علی ثقۃ نقلتہ الی الصحابی المشہور من غیر اختلاف بین الثقات الاثبات ویکون اسنادہ متصلا غیر مقطوع فان کان للصحابی راویان فحسن و ان لم یکن لہ الا راو واحد اذ صح الطریق الی ذلک الراوی اخرجاہ[1]

کی تخریج کریں کہ اول سند سے لیکر صحابی مشہور تک جس کے ناقلین کی ثقاہت متفق علیہ ہو اور ثقات اثبات میں کوئی اختلاف نہ ہو اس کی سند غیر منقطع ہو پھر اگر اس صحابی سے دو راوی ہو تو فبہا ورنہ اگر اس حدیث کا صرف ایک ہی راوی ہو اور اس راوی تک روایت کا طریقہ صحیح ہو تو اس حدیث کی بھی دونوں تخریج کر لیتے ہیں۔

لیکن اس کو بھی صحیحین کی ہر روایت کے لیے شرط قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔ حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:۔

ولیس ما قالہ بجید لان النسائی ضعف جماعۃ اخرج لھم الشیخان او احدھما۔[2]

ابن طاہر نے جو کہا ہے درست نہیں کیونکہ نسائی نے بخاری و مسلم کے رواۃ میں سے ایک جماعت کی تضعیف کی ہے۔

حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی عراقی کا بیان نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔

قلت ما ھذا مما اختص بہ النسائی بل شارکہ فی ذلک غیر واحد من ائمۃ الجرح والتعدیل کما ھو معروف فی کتب ھذا الشان[3]

میں کہتا ہوں کہ نسائی ہی کی اس بارے میں خصوصیت نہیں بلکہ بہت سے ائمہ جرح و تعدیل اس سلسلہ میں ان کے شریک ہیں چنانچہ کتب رجال میں مشہور ہے۔

---

[1] شروط الائمۃ الستۃ ص ۲ [2] تدریب الراوی ص ۳۳ وشرح شرح نخبۃ الفکر لوجیہ الدین علوی ص ۲۲ طبع حجالی ۱۲۸۲ھ [3] تنقیح الانظار یمانی ج ۱ ص ۲۶

ساری جرحیں مبہم بھی نہیں بلکہ بہت سی مفسر ہیں چنانچہ محدث محمد امیر یمانی فرماتے ہیں۔

لا یخفی انہ لیس کل جرح من رجال	مخفی نہ رہے کہ رجال صحیحین میں سے جس پر جرح
الصحیحین جرحا مطلقا بل فیہ	کی گئی ہے وہ جرح مطلق ہی سے بلکہ ان رواۃ
جماعۃ جرحوا جرحا مبین السبب[1]	میں ایک جماعت پر جرح مفسر ہے جس کے اسباب بیان کیے گئے

ایک شبہ کا ازالہ

لیکن اس سے یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ صحیحین میں جعلی یا موضوع حدیثیں موجود ہیں جیسا کہ بعض دشمنانِ اسلام منکرین حدیث کا خیال ہے۔ بلکہ لفظ شرط مدنظر رہے کیونکہ اس کے ماننے کا یہ مطلب ہے کہ صحیحین میں ایک بھی روایت ایسی موجود نہیں جو کسی متکلم فیہ یا مجروح راوی سے بیان کی گئی ہو۔ حالانکہ ان میں بعض روایات ایسی پائی جاتی ہیں جن کے سلسلہ سند میں کوئی متکلم فیہ یا مجروح راوی موجود ہے لہذا ظاہر ہے کہ اس کو ہر روایت کے لیے شرط نہیں قرار دیا جا سکتا کیونکہ شیخین سے اس بارہ میں ایک حرف منقول نہیں خصوصاً جبکہ بعض رواۃ کی تضعیف کا خود ان کو بھی اقرار ہے۔ البتہ ضعفاء سے روایت کے متعلق سوال ہو سکتا ہے جس کے متعلق ہم سابق میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ یہاں مزید اطمینان کے لیے صرف اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ بلا شبہ امام بخاری و مسلم کے نزدیک صحیح حدیث کی تخریج مشروط ہے۔ اس لیے رواۃ صحیحین کے لیے ثقاہت و شہرت کو بنیاد و اساس تو کہا جا سکتا ہے لیکن شرط نہیں کہا جا سکتا۔ پس اگر ضعف راوی متابعات و شواہد سے جاتا رہے تو اس کی روایت صحیح ہوگی اور ایسی ہی صورت میں امام بخاری یا امام مسلم اس روایت کو اپنی صحیح میں داخل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی تصریح فرماتے ہیں۔

ان ما قالہ ابن طاھر ھو الاصل	بلا شبہ ابن طاہر کا جو بیان ہے شیخین نے اسی اصول پر بنیاد
الذی بنیا علیہ وقد یخرجان عنہ	رکھی ہے البتہ کبھی کبھی اس اصول کو اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ

---

[1] توضیح الافکار قلمی ص ۶۱۔

لمرجح یقوم مقامه[1]　　　کوئی وجہ ترجیح اس اصول کی قائم مقام ہوتی ہو۔

اور علامہ حافظ محمد بن ابراہیم وزیر یمانی الروض الباسم میں یہ بیان کرنے کے بعد کہ امام بخاری نے ایک جماعت کی تضعیف کی صراحت کی ہے اور ان سے صحیح میں تخریج بھی کی ہے فرماتے ہیں:۔

ان صاحبی الصحیح قد یخرجان من	امام بخاری ومسلم کبھی کبھی طریق ضعیف سے حدیث
الطریق التی فیها ضعف لوجود	کی تخریج کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث کے
متابعات وشواهد تجبر ذلك	متابعات وشواہد موجود ہوتے ہیں جن سے وہ
الضعف وان لم تورد تلك المتابعات	ضعف جاتا رہتا ہے اگرچہ وہ متابعات وشواہد
والشواهد فی الصحیحین قصداً	صحیحین میں اختصار اور طلبۃ العلم کی آسانی کے
للاختصار والتقریب علی طلبة العلم	لیے مذکور نہیں ہوتے۔ کیونکہ وہ متابعات وشواہد
مع ان تلك المتابعات والشواهد	بڑی بڑی کتابوں اور ضخیم مسندوں میں مشہور و
معروفة فی الکتب البسیطة و	معروف ہوتے ہیں اور ربما اوقات شارحین
المسانید الواسعة وربما اشار بعض	صحیحین ان کی طرف اشارے کرتے جاتے
شراح الصحیحین الی شیء منها ج۱ ص۲۲۳	ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہوتی ہے مگر ایک سلسلہ سند دراز اور لمبا ہوتا ہے اور دوسرا چھوٹا اور مختصر لیکن اس میں کوئی متکلم فیہ راوی پایا جاتا ہے شیخین حدیث کو دوسرے سلسلہ سے روایت کرتے ہیں کیونکہ سند جتنی مختصر ہوگی اتنی ہی عالی کہلائیگی اور اول طریقہ کو اس کے نازل ہونے اور نیز تکرار سے بچنے کے خیال سے ذکر نہیں کرتے۔ چنانچہ حافظ ابوبکر حازمی شروط الائمۃ الخمسہ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

---

[1] تدریب الراوی ص۳۰

ثم قد يكون الحديث عند البخاري عالياً وله طرق بعضها ارفع من بعض غيرانه يحيد احياناً عن الطريق لنزوله او بسأم تكرار الحديث الى غير ذلك وقد صرح مسلم بنحو ذلك ص۲۳

علاوہ بریں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بخاری کی حدیث باعتبار سند عالی ہوتی ہے اور اس حدیث کے متعدد طرق ہوتے ہیں جن میں بعض بعض سے اچھے ہوتے ہیں۔ اور امام بخاری اچھے سلسلہ سند کی طرف نازل ہونے یا تکرار حدیث یا دیگر اسباب کی بنا پر متوجہ نہیں ہوتے اور امام مسلم سے تو اس قسم کی تصریح بھی موجود ہے۔

شیوخ شیخین و تبع تابعین کے لیے حفظ و اتقان کی شرط

مذکورہ بالا بحث سے یہ بھی اچھی طرح واضح ہوگیا کہ جب صحیحین کے ہر راوی کے لیے ثقاہت شرط لازم نہیں تو پھر شیوخ شیخین اور تبع تابعین کے لیے حفظ و اتقان کیونکر لازم ہوسکتا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں اتباع تابعین اور شیوخ شیخین میں سے متعدد اشخاص کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ وہ حافظ یا متقن نہیں تھے۔ اسی طرح حافظ علائی نے صاف لفظوں میں تحریر کیا ہے۔

وليس كونه حافظا شرطا له

اور ہر راوی کا حافظ ہونا شرط نہیں۔

اصطلاح سلف میں حافظ اس کو کہا جاتا تھا جو کم از کم بیس ہزار حدیثیں املا کرادے[۲]۔ ظاہر ہے کہ یہ شرط رواۃ صحیحین میں سے ہر تبع تابعی یا شیوخ شیخین میں سے ہر ایک میں کہاں موجود ہے۔

شرط شیخین کے بارے میں قول فیصل

ہماری رائے میں امام بخاری یا امام مسلم کے نزدیک بجز اس کے کوئی امر مشروط نہیں کہ وہ صحیحین میں جو حدیث نقل کریں گے وہ اُن کے نزدیک صحیح ہوگی۔ اس ایک شرط کے علاوہ کسی شرط کی پابندی اُنہوں نے اپنے پر لازم نہیں قرار دی۔ حاکم بیہقی اور بعد کے علماء نے اس بارے میں جو کچھ دادِ تحقیق دی ہے اس کی بنیاد سراسر حُسنِ ظن اور قلت تتبع پر ہے چنانچہ حافظ ابوبکر حازمی

---

۱ تدریب الراوی ص۴۶ ۲ تدریب الراوی ص۲

تحریر فرماتے ہیں۔

ومنشا ذلك اما ایثار الدعة وترك الدأب واما حسن الظن بالمتقدم[1] — اس کا منشا یا آرام طلبی اور ترک مشقت ہے یا متقدمین کے متعلق حسن ظن۔

شیخین سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں

طرفہ یہ کہ ان بزرگوں میں سے بعض کو اقرار بھی ہے کہ امام بخاری ومسلم سے اس بارے میں ایک حرف منقول نہیں مگر پھر بھی اصرار ہے کہ بلاشبہ شیخین نے ان کی بیان کردہ فلاں فلاں شرائط کی پابندی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن طاہر فرماتے ہیں:۔

اعلم ان البخاری ومسلما ومن ذکرنا بعدھم لم ینقل عن واحد منھم انہ قال شرطت ان اخرج فی کتابی ما یکون علی الشرط الفلانی وانما یعرف ذلك من سبر کتبھم فیعلم بذلك شرط کل رجل منھم (ص ۲)

اس کا علم رہے کہ بخاری ومسلم اور ان لوگوں میں سے کسی ایک نے بھی جن کا ہم نے بعد میں ذکر کیا ہے (یعنی بقیہ ارباب صحاح) یہ منقول نہیں ہے کہ اس نے بیان کیا ہو کہ میں اپنی کتاب میں اس حدیث کو روایت کرونگا جو فلانی شرط پر ہوگی۔ البتہ جو شخص ان کی کتابوں کو پرکھتا ہے وہ ان میں سے ہر ایک کی شرط معلوم کر لیتا ہے

لیکن اس پرکھ کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ اس کی حیثیت ظن وتخمین سے زیادہ نہیں۔ علامہ محمد امیر یمانی توضیح الافکار میں رقمطراز ہیں:۔

انما ھو تظنین وتخمین من العلماء انہ شرطھما اذ لم یات عنھما تصریح بما شرطاہ نعم مسلم قد ابان فی مقدمۃ صحیحہ من یخرج عنھم حدیثہ

یقیناً یہ محض علماء کا ظن وتخمین ہے کہ ان کی شرط یہ ہے اور یہ ہے کیونکہ اس بارہ میں شیخین سے کوئی تصریح منقول نہیں۔ ہاں امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ظاہر کر دیا ہے کہ وہ کن اشخاص سے احادیث

---

[1] شروط الائمۃ الخمسہ ص ۴۔

اور نواب صدیق حسن خاں منہج الوصول الی اصطلاح الرسول میں تحریر فرماتے ہیں :-

"محقق شدہ کہ شرط شیخین معلوم نیست و نہ شیخین بداں در کتابہائے خود تصریح کردہ اند و نہ در غیر آں بلکہ حفاظ تتبع کردہ از صنیع ایشاں استخراج شروط کردہ اند و ضرور نیست کہ آنچہ ایشاں آنرا شرط فہمیدہ اند۔ ہماں شرط بخاری ومسلم باشد لہٰذا انظار ایشاں دریں شرط مختلف واقع شدہ اند وبعض بر بعض رد کردہ اند چنانچہ حازمی وابن طاہر بر حاکم در آنچہ آنرا شرط شیخین زعم کردہ ردنمودہ اند وایں معنے معروف است حافظ در اوائل مقدمہ فتح الباری مسمی بہدی الساری بذکرش پرداختہ" ص ۲۹ طبع شاہجہانی

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی نے ائمہ خمسہ امام بخاری ومسلم ونسائی وابوداؤد وترمذی کی شروط پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے جو شروط الائمۃ الخمسہ کے نام سے موسوم ہے یہ کتاب مصر اور ہندوستان دونوں جگہ طبع ہوچکی ہے انہوں نے اس موضوع پر اس کتاب میں نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور آخر میں اپنی تحقیق کا نتیجہ ان لفظوں میں پیش کیا ہے -

ان قصد البخاری کان وضع مختصر فی الصحیح ولم یقصد الاستیعاب لا فی الرجال ولا فی الحدیث و ان شرط ان یخرج ما صح عندہ لانہ قال لم اخرج فی ھذا الکتاب الا صحیحا ولم یتعرض لشیء اٰخر ۔

امام بخاری کا مقصد صحیح احادیث کی ایک مختصر کتاب کا تالیف کرنا تھا استیعاب ان کا مقصود نہیں تھا نہ رجال میں نہ حدیث میں اگرچہ انہوں نے یہ شرط کی ہے کہ وہ جس حدیث کی بھی تخریج کرینگے وہ ان کے نزدیک صحیح ہوگی کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب میں جس حدیث کی بھی روایت کی ہے وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ اس کے علاوہ اور دوسری صحیح حدیثیں میں نے ترک کر دی ہیں۔

(باقی آئندہ)